# شماتت سرکار کی کوششیں اور مسلمانان ہند

محمد رفیق شیخ حنفی قادری (ایم۔اے)☆

اس مضمون کے آغاز میں تمہید ایمان آیاتِ قرآن کی روشنی میں ذکر کی گئی ہے کہ کتاب وسنت میں ناموس حضور انور ﷺ کے لیے کیا تقاضے بیان فرمائے ہیں؟ اس تحریر منیر کو توجہ سے پڑھیں، سمجھیں گے تو معلوم ہوگا کہ:

جو ہو نہ عشق مصطفی ﷺ تو زندگی فضول ہے

یہ محض جذباتی نعرہ نہیں ہے بلکہ چمکتی دمکتی صداقت ہے۔ یہ کوئی لمحاتی مصرعہ نہیں بلکہ ایک ابدی، لافانی حقیقت ہے۔ یہ صفحات شیخ الاسلام والمسلمین، فخر المحدثین، حافظ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف: ''تمہید ایمان بآیات القرآن'' سے منتخب شدہ ہیں۔

اس کے بعد مصنف ڈاکٹر سید محمد سلطان شاہ صاحب کی دو تحریریں ہیں۔

☆ حفاظت ناموس حضور ﷺ کی اہمیت۔

☆ شماتت سرکار ﷺ کی کوششیں اور مسلمان حکمران۔

یہ دونوں تحریریں، متین خالد صاحب نے اپنے انتخاب کردہ مضامین پر مبنی کتاب: ''شہیدان ناموس رسالت'' (ﷺ) (مطبوعہ فاتح پبلشرز، یوسف مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔اکتوبر ۲۰۰۰ء) میں مصنف کی اجازت کے بغیر شامل کی ہیں۔ملاحظہ فرمائیں کتاب مذکور کا صفحہ ۲۸۱۔۲۸۵ اور صفحہ ۳۳۶۔۳۵۰ اور پھر ''مرتب و محقق'' خالد متین

☆ گدائے درمحبوبان خدا علیہم الصلوۃ والسلام والتحیۃ والثناء۔ داتا کی نگری لاہور شریف

صاحب نے موخر الذکر تحریر سے مصنف کی اجازت کے بغیر "ابن تیمیہ اور حکومت وقت" کے ذکر پر مشتمل صفحات خارج کر دیے ہیں۔ نہ جانے کیوں؟ یہ تو سراسر زیادتی ہے۔ تحقیقی نکتہ نگاہ سے نہایت غلط رویہ ہے۔

قارئین کرام! گستاخوں کے متعلق ملاحظہ کریں تو واضح ہو گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے گستاخِ رسول مقبول ﷺ کے مرتکبین افراد عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ، ابو عامر راہب، ابولہب، ام جمیل بنت حرب بن امیہ (زوجہ ابولہب)، عتیبہ بن ابولہب، اربد بن ربیعہ، عامر بن طفیل، عاص بن منبہ، منبہ بن حجاج، زبیر بن ابی امیہ، بغیض بن عامر، خسرو پرویز اور اسود بن یغوث وغیرھم (لعنت اللہ تعالٰی فی الدارین) کو سخت سزائیں دیں۔ اور یہ لوگ غضب الٰہی جل شانہ کا شکار ہوئے...... والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ جس سے روشن ہوا کہ گستاخان رسالت کو شدید عقوبت، و اذیت پہنچانا، ان کی مخالفت و مذمت کرنا سنت الٰہیہ جل شانہ ہے۔ اس سے کسی سہل الطبع کو یہ گمان نہ گزرے کہ "ایسے گستاخوں کو آسمانی سزائیں ملیں اور قہرِ الٰہی جل شانہ سے وہ مردود عبرت کے نمونے بن گئے پس ایسوں کو سزا صرف خدا تعالیٰ ہی دیتا ہے"۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

بلکہ رب ذوالجلال جل شانہ نے جن بدبختوں کو اس دنیا میں اس وقت عبرت ناک سزائیں دیں جبکہ اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی اور تکمیل دین کا کام ہو رہا تھا اور یہ مکی دور تھا اس لیے یہ سورتیں بھی مکی عہد کی ہیں۔ جب مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی تو سب وشتم توہین وتضحیک رسول اللہ ﷺ کی سزا اسلامی حکومت میں بطور حد سزائے موت مقرر فرما دی گئی۔ (الجامع لاحکام القرآن)

رسول اکرم، نور مجسم، حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کے مقدس و مکرم حکم سے بھی، باذن اللہ تعالیٰ، بعض گستاخ جہنم رسید کئے گئے۔ بعض کو ان کی دریدہ دہنی پر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے جہنم واصل کیا اور جب حضور پرنور ﷺ کے حضور ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے تائید وتوثیق فرمائی۔ اور اُمیہ بن ابی خلف کو تو خود اپنے دست اقدس سے ظاہراً ہلکا سا زخم پہنچایا جس سے وہ بدبخت تڑپ تڑپ کر واصل جہنم ہوا۔



پھر احادیث مبارکہ و آثار طیبہ سے معلوم ہے کہ اہل بیت عظام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کے مرتکبین کو واجب القتل جانتے تھے، مانتے تھے بلکہ کئی دشمنان خدا اور رسول کو خود اپنے مبارک ہاتھوں سے قتل فرمایا۔ اس ضمن میں حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زبیر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت معوذ، حضرت معاذ، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت عاصم بن ثابت، حضرت ابوبرزہ، حضرت تمیلہ بن عبداللہ، حضرت عمیر بن عدی، حضرت سالم بن عمیر، حضرت حارث بن اوس، حضرت عبداللہ بن عتیک، حضرت خالد بن ولید اور حضرت مجمع (خادم عمر فاروق) رضی اللہ عنہم کی روشن روایات مستند کتب میں مرقوم ہیں۔

اس سے اظہر من الشمس ہے کہ گستاخان بارگاہ نبوت کو عبرت ناک سزائیں دینا، ان کو ہلاک کرنا، سنت الٰہیہ جل شانہ ہے۔ سنت مصطفی ﷺ ہے۔ سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے۔ شیوہ سلاطین ہے۔ روایت غیوران اسلام ہے۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی جا نہیں۔ جب جب شرار بولہبی نے چراغ مصطفوی سے ٹکر لینے کی سفیہانہ جسارت کی تب تب محافظان ناموس رسالت ﷺ نے گستاخان بارگاہ نبوت سے سرکوبی کی۔ چنانچہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اموی المعروف عمر ثانی، خلیفہ موسیٰ بن مہدی الملقب ہادی عباسی، ایوب بن یحیٰ حاکم عدن، سلطان نور الدین زنگی، سلطان صلاح الدین ایوبی، سلطان ناصر، اور اندلس میں امیر عبدالرحمن الاوسط اور ان کے فرزند ارجمند میر محمد بن عبدالرحمن کے متعلقہ روایات اس عہد جلال کا روشن باب ہیں۔ اسلامی سلطنتوں میں اولاً تو کسی گستاخ لعین کو کھلم کھلا گستاخی کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ ثانیاً اگر کوئی کج رو، کج مغز، دریدہ دہن ایسا کرنے کی جسارت کرتا تو اسے فوراً قرار واقعی سزا دی جاتی تھی۔

مذکورہ بالا ادوار تاریخ اسلام کے روشن ابواب ہیں مگر جب اسلامی اقتدار روبہ انحطاط ہوا۔ مسلمانوں کے سیاسی زوال کا آغاز ہوا۔ اور وہ سیاسی اور معاشی سطح پر کمزور ہو گئے۔ یہاں تک کہ ادھر اندلس (ہسپانیہ) سے ان کا نام ونشان اس طرح مٹایا گیا کہ:

☆ یا تو وہ بے دریغ قتل کر دیے گئے۔(یہ صلیبی "یدھ" تھا)۔

☆ یا پھر انہیں جبراً اصطباغ (بپتسمہ) دے کر "مشرف بہ مسیحیت" کیا گیا۔(یہ مسیحی "شدھی" تھا)۔

☆ یا پھر جو بچے کھچے تھے وہ ایمان، جان اور عزت و آن بچانے کے لیے بے وطن ہونے پر مجبور ہو گئے۔(یہ عیسوی "سنگھٹن" تھا)۔

ادھر برصغیر پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے منحوس قدم جمنے کے بعد مسلمانوں کو ایک بار پھر اندلسی عیسائیوں کے مسیحی جبر و استبداد کا سیاہ دور دیکھنا پڑا۔ اسی دوران ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی اور ۱۹۱۸ء میں اختتام پذیر ہوئی۔ اس دوران عالم اسلام بالخصوص سلطنت عثمانیہ کے خلاف اتحادیوں کے ظالمانہ اور ناروا اقدامات دیکھ کر مسلمانان پاک و ہند بے چین ہو گئے اور برطانوی سامراجیت کے خلاف سرگرم عمل ہوئے۔ اسلام کے علمبردار لیڈروں میں سیاسی لیاقت و بصیرت کی قلت اور جذباتی رویہ کی شدت کی بدولت موہن داس کرم چند سیاسی منظر پہ "مہاتما گاندھی" بن کر ابھرا اور چھا گیا۔ اس دور میں ہندو مسلم "بھائی چارہ" کفار و مسلمین کا "ایکا" اپنے عروج پر تھی۔ چنانچہ گاندھی "جی" کی مشاورت اور رہنمائی میں تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک ترک موالات اور تحریک ترک ذبیحہ گاؤ جیسی مختلف تحاریک چلائی گئیں جن کے فوائد و ثمرات، بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہنود بے بہبود کو پہنچے اور جن کے مصائب و نقصانات مسلمانوں کا حصہ ٹھہرے مگر سادہ لوح مسلمان پھر بھی اس غیر فطری "ایکا" پر خوش تھے۔

جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے بعد برطانوی سامراج نے سپین کے تجربات کے آئینہ میں، تحریک شماتت ہندوؤں کے ذریعہ تازہ کی۔ مول شنکر المعروف سوامی دیانند سرسوتی (۱۸۲۴ء۔اکتوبر ۱۸۸۳ء) کا آریا سماجی فتنہ ایک اور ہندو قومی اتحاد کے پرچارک، تحریک خلافت کے سرگرم کارکن اور جامع مسجد دہلی میں محبت آمیز تقریر کرنے والے لالہ منشی رام جالندھری المعروف سوامی شردھانند (م ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء) اور دیگر آریا سماجی ہندوؤں کے ذریعہ تازہ کیا گیا تو ایک بار پھر حق و باطل کی



کشمکش شروع ہوئی۔

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی، نہ حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسد اللہی، وہی مرحبی، وہی عنتری

خصلت مرحبی طینت عنتری وہی تھی تو فطرت اسد اللہی غیرت فاروقی بھی وہی تھی مگر اب مسلمانوں کے پاس سیاسی قوت نہ تھی وہ گستاخوں کا سدباب کیسے کرتے! برطانوی سامراجیت گستاخوں کی پشت پناہ تھی۔ متعصب ہندو اکثریت ان کی پناہ گاہ تھی۔ بے شعور سکھ اقلیت ان کے ہمراہ تھی۔ "ہندو" کانگرس کی خاموش سیاسی حمایت تھی۔ ٹاٹا اور برلا کے سکوں سے ان کی طاقت و تقویت تھی۔ ان کی بدولت ہی "ستیارتھ پرکاش"، "آنند مٹھ"، "دیدار رسول"، "رنگیلا"، "بلیدان"، "چتر اولی"، "سنگھٹن کا بگل"، "ہسٹری آف اسلام"، "انیسویں صدی کا مہارشی"، "کفر توڑ و اسلام توڑ"، "تہذیب الاسلام"، "جڑ پٹ"، "ترک اسلام"، "تیکھش توڑ"، "آریا مسافر میگزین"، "مسافر بہرائچ"، "آریا پتر بریلی"، "آریا مسافر جالندھر" اور ان جیسے دیگر رسائل، پرچے اور ڈرامے چھاپے جاتے۔ اور دھڑا دھڑ چھاپے جاتے۔ اور غلامان محمد ﷺ کی غیرت و حمیت کو للکارا جاتا۔ ان کو طیش دلایا جاتا۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟ ان کا کس طرح ازالہ کیا جائے؟

آخر غیرت ایمانی، حمیت اسلامی نے دو ٹوک اعلان کر دیا کہ ؎

ناموس مصطفی پہ دل و جان وار دو — گستاخ کو جو دیکھو، بلا خوف مار دو
ہر شاتم و لعین کا گھر بار پھونک دو — اس پاک سرزمین کا نقشہ سنوار دو
سرکار کے وقار پہ آئے نہ کوئی حرف — عمر عزیز بس اسی دھن میں گزار دو

آیئے اب ان شہیدوں غازیوں کا مختصر و منتخب تذکرہ ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے گستاخوں خبیثوں کو خوب سبق سکھایا۔ اسی حوالہ سے متحدہ ہند کی تحریک شماتت کا مختصر جائزہ بھی پیش خدمت ہے۔

یکم نومبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے ہندو پبلشر مہاراجہ راجپال نے "ستیارتھ پرکاش" کا آخری ایڈیشن شائع کیا پھر اس نے "رنگیلا رسول" کے گھناؤنے نام سے گستاخانہ کتاب شائع

☆ یا تو وہ بے دریغ قتل کر دیے گئے۔(یہ صلیبی "یدھ" تھا)۔

☆ یا پھر انہیں جبراً اصطباغ (بپتسمہ) دے کر "مشرف بہ مسیحیت" کیا گیا۔(یہ بھی "شدھی" تھا)۔

☆ یا پھر جو بچے کھچے تھے وہ ایمان، جان اور عزت و آن بچانے کے لیے بے وطن ہونے پر مجبور ہو گئے۔(یہ عیسوی "سنگھٹن" تھا)۔

ادھر برصغیر پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے منحوس قدم جمنے کے بعد مسلمانوں کو ایک بار پھر اندلسی عیسائیوں کے مسیحی جبر و استبداد کا سیاہ دور دیکھنا پڑا۔ اسی دوران ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی اور ۱۹۱۸ء میں اختتام پذیر ہوئی۔ اس دوران عالم اسلام بالخصوص سلطنت عثمانیہ کے خلاف اتحادیوں کے ظالمانہ اور ناروا اقدامات دیکھ کر مسلمانان پاک و ہند بے چین ہو گئے اور برطانوی سامراجیت کے خلاف سرگرم عمل ہوئے۔ اسلام کے علمبردار لیڈروں میں سیاسی لیاقت و بصیرت کی قلت اور جذباتی رویہ کی شدت کی بدولت موہن داس کرم چند سیاسی منظر پہ "مہاتما گاندھی" بن کر ابھرا اور چھا گیا۔ اس دور میں ہندو مسلم "بھائی چارہ" کفار و مسلمین کا "ایکا" اپنے عروج پر تھی۔ چنانچہ گاندھی "جی" کی مشاورت اور رہنمائی میں تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک ترک موالات اور تحریک ترک ذبیحہ گاؤ جیسی مختلف تحاریک چلائی گئیں جن کے فوائد و ثمرات، بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہنود بے بہبود کو پہنچے اور جن کے مصائب و نقصانات مسلمانوں کا حصہ ٹھہرے مگر سادہ لوح مسلمان پھر بھی اس غیر فطری "ایکا" پر خوش تھے۔

جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے بعد برطانوی سامراج نے سپین کے تجربات کے آئینہ میں، تحریک شماتت ہندوؤں کے ذریعہ تازہ کی۔ مول شنکر المعروف سوامی دیانند سرسوتی (۱۸۲۴ء۔اکتوبر ۱۸۸۳ء) کا آریا سماجی فتنہ ایک اور ہندو قومی اتحاد کے پرچارک، تحریک خلافت کے سرگرم کارکن اور جامع مسجد دہلی میں محبت آمیز تقریر کرنے والے لالہ منشی رام جالندھری المعروف سوامی شردھانند (م ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء) اور دیگر آریا سماجی ہندوؤں کے ذریعہ تازہ کیا گیا تو ایک بار پھر حق و باطل کی



کشمکش شروع ہوئی۔

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی، نئی حریف پنجہ فگن نئے
وہی فطرت اسد اللہی، وہی مرحبی، وہی عنتری

خصلت مرحبی طینت عنتری وہی تھی تو فطرت اسد اللہی غیرت فاروقی بھی وہی تھی مگر اب مسلمانوں کے پاس سیاسی قوت نہ تھی وہ گستاخوں کا سدباب کیسے کرتے! برطانوی سامراجیت گستاخوں کی پشت پناہ تھی۔ متعصب ہندو اکثریت ان کی پناہ گاہ تھی۔ بے شعور سکھ اقلیت ان کے ہمراہ تھی۔ "ہندو" کانگرس کی خاموش سیاسی حمایت تھی۔ ٹاٹا اور برلا کے سکوں سے ان کی طاقت و تقویت تھی۔ ان کی بدولت ہی "ستیارتھ پرکاش"، "آنند مٹھ"، "دیدار رسول"، "رنگیلا"، "بلیدان"، "چترا ولی"، "سنگھٹن کا بگل"، "ہسٹری آف اسلام"، "انیسویں صدی کا مہارشی"، "کفر توڑ و اسلام توڑ"، "تہذیب الاسلام"، "جرپٹ"، "ترک اسلام"، "ملیکھش توڑ"، "آریا مسافر میگزین"، "مسافر بہرائچ"، "آریا پتر بریلی"، "آریا مسافر جالندھر" اور ان جیسے دیگر رسائل، پرچے اور ڈرامے چھاپے جاتے۔ اور دھڑا دھڑ چھاپے جاتے۔ اور غلامان محمد ﷺ کی غیرت و حمیت کو للکارا جاتا۔ ان کو طیش دلایا جاتا۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟ ان کا کس طرح ازالہ کیا جائے؟

آخر غیرت ایمانی، حمیت اسلامی نے دوٹوک اعلان کر دیا کہ ؎

ناموس مصطفی پہ دل و جان وار دو — گستاخ کو جو دیکھو، بلا خوف مار دو
ہر شاتم و لعین کا گھر بار پھونک دو — اس پاک سرزمین کا نقشہ سنوار دو
سرکار کے وقار پہ آئے نہ کوئی حرف — عمر عزیز بس اسی دھن میں گزار دو

آیئے اب ان شہیدوں غازیوں کا مختصر و منتخب تذکرہ ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے گستاخوں خبیثوں کو خوب سبق سکھایا۔ اسی حوالہ سے متحدہ ہند کی تحریک شماتت کا مختصر جائزہ بھی پیش خدمت ہے۔

یکم نومبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے ہندو پبلشر مہاراجہ راجپال نے "ستیارتھ پرکاش" کا آخری ایڈیشن شائع کیا پھر اس نے "رنگیلا رسول" کے گھناؤنے نام سے گستاخانہ کتاب شائع

کی جس پر پروفیسر پنڈت چمپو پتی ایم۔اے کا فرضی نام بطور مصنف تحریر کیا گیا تھا مگر عام خیال تھا کہ یہ مہاشہ کرشن آریا سماجی ایڈیٹر "پرتاپ" (لاہور) کی تحریر ہے۔اس گھناؤنی کتاب کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا۔

☆ **غازی خدا بخش** اکو جہا اندرون یکی دروازہ لاہور کے ایک شیر فروش غیور نوجوان نے ۲۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کی صبح راجپال لعین پر تیز دھار چاقو سے حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا۔غازی خدا بخش گرفتار ہوئے اور ایک دو روز کی کارروائی کے بعد ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایم بی اوگلوی نے انہیں سات سال قید سخت کی سزا سنائی۔

☆ **غازی عبدالعزیز خان غزنوی** ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو کوہاٹ سے لاہور آئے، راجپال کی دکان پہنچے اور شناخت میں غلطی کے باعث ایک اور گستاخ سوامی ستیانند پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو مسٹر ایم بی اوگلوی نے انہیں فی الفور چودہ سال قید سخت کی سزا سنائی۔

☆ **غازی علم الدین شہید** ۸ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ ۱۹۰۸ء بروز جمعرات کو میاں طالع مند نجار کے گھر کوچہ چابک سواراں میں پیدا ہوئے۔ان کے بڑے بھائی کا اسم گرامی دین محمد تھا۔یکم جنوری ۱۹۲۸ء سے مارچ ۱۹۲۹ء تک کے عرصے میں آپ کوہاٹ میں رہے، لاہور واپس آئے۔ ۱۱۶پریل ۱۹۲۹ء بروز ہفتہ کو راجپالی فتنہ کا علم ہوا، ایک تیز دھار چھرا خریدا اور راجپال کی دکان (واقع ہسپتال روڈ نزد مزار قطب الدین ایبک انار کلی، لاہور) پہنچے اور گستاخ کو جہنم رسید کیا۔ ۲۲ مئی ۱۹۲۹ء کو مسٹر ٹیپ سیشن جج نے سزائے موت کا فیصلہ سنایا جس کے خلاف اپیل کی گئی مگر انگریز جج براڈوے اور جان اسٹون، ہائیکورٹ پنجاب نے ۱۵ جولائی ۱۹۲۹ء کے فیصلے میں سابقہ فیصلہ بحال رکھا۔

۲۶ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ / ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء بروز جمعرات میانوالی جیل میں جام شہادت نوش فرمایا اور انگریز حکام نے وہیں تدفین کی مگر ۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، سر محمد شفیع، عبدالعزیز مالواڈہ اور مولانا غلام محمد الدین پر مبنی وفد نے گورنر ڈی مونٹ مورنسی سے ملاقات کی۔ جس کے بعد میت کو ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو ۴ بج کر ۳۵ منٹ



پر لاہور چھاؤنی لایا گیا۔پہلی نماز جنازہ قاری محمد شمس الدین صاحب، خطیب مسجد وزیر خان نے۔دوسری سید محمد دیدار علی شاہ صاحب نے۔تیسری سید احمد شاہ صاحب نے۔اور باقی نمازیں مختلف علماء نے پڑھا کر فرض کفایہ ادا کیا۔جنازے میں تقریباً چھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰) مسلمان شریک تھے۔مولانا سید دیدار علی شاہ الوری اور ڈاکٹر سر علامہ محمد اقبال نے محترم میت کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔

☆ **غازی عبدالقیوم خاں شہید** ۱۲۔ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق ضلع ہزارہ سے تھا۔ ۱۹۳۳ء کے اوائل میں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سیکرٹری نتھورام نے ایک کتاب "ہسٹری آف اسلام" (تاریخ اسلام) شائع کی جس میں شان رسالت مآب ﷺ میں سخت دریدہ دہنی کی تھی۔غازی عبدالقیوم نے جونا مارکیٹ کی کسی مسجد میں اس سانحہ کا تذکرہ سنا تو ستمبر ۱۹۳۴ء میں دوران سماعت کورٹ میں ہی نتھو رام لعین کو جہنم واصل کر دیا۔پھر اسی جرم تعزیر عشق میں شہادت پائی۔

لاہور میں غازی علم الدین شہید اور کراچی میں غازی عبدالقیوم شہید کے ان واقعات کے حوالہ سے علامہ محمد اقبال نے "ضرب کلیم" میں ایک قطعہ "لاہور و کراچی" کے عنوان سے ہدیہ محبت میں پیش کیا۔

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمان غیور — موت کیا شے ہے؟ فقط عالم معنی کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ — قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں — حرف لاتدع مع اللہ الھا اخر

☆ **غازی قاضی عبدالرشید شہید** دیوان مفتون سنگھ آزاد کے اخبار "ریاست" (دہلی) میں خوش نویس تھے۔وہیں آریہ سماجیوں کی کئی اسلام دشمن، گستاخانہ کتابیں، ڈرامے اور پمفلٹس دیکھنے کا اتفاق ہوا جس کے نتیجے میں انہیں ہمسایہ قوم کی نیچ ذہنیت اور متعصبانہ رویہ سے شدید نفرت ہوئی۔جمعرات ۲۳ دسمبر ۱۹۲۶ء کو فتنہ ارتداد (شدھی تحریک) کے بانی گستاخ شردھانند کو جہنم رسید کیا۔ ۱۵ مارچ ۱۹۲۷ء کو سیشن کورٹ نے سزائے موت کا حکم سنایا۔جولائی / اگست ۱۹۲۷ء کو دلی سنٹرل جیل میں جام شہادت

نوش فرمایا۔

☆ غازی عبد الرحمن شہید کا قصہ یوں ہے کہ غازی علم الدین شہید (شہادت ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء) کے ایمان افروز واقعہ پر مانسہرہ شہر میں ایک احتجاجی جلوس نکالا گیا جس میں مولانا غلام سرور نے نہایت بصیرت افزا تقریر کی۔ اسی دوران کشمیر روڈ مانسہرہ شہر کی ایک دکان میں ایک ہٹے کٹے سکھ گستاخ نے اپنے بھائی بندوں کی موجودگی میں عبد الرحمن کے سامنے بکواس کی۔ اس اثناء میں اس نے سرکار ابدقرار ﷺ کی شان اقدس میں کوئی گستاخانہ لفظ بکا جس پر غازی عبد الرحمن نے اسی وقت کلہاڑی سے وار کر کے اسے جہنم رسید کیا۔ مقتول کا بھائی جگت سنگھ بھی موجود تھا مگر اسے آگے بڑھنے کی جرات نہ ہو سکی۔ اسی کارہائے نمایاں کے صلے میں جام شہادت نوش فرمایا۔

☆ غازی احمد دین نے اپنے "آئیڈیل" غازی علم الدین شہید کی نماز جنازہ میں ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کو شمولیت کی سعادت حاصل کی۔ وہیں آرزو کی کہ "اللہ اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل مجھے بھی یہ رتبہ عطا فرمائے" دعا قبول ہوئی۔ بعد ازیں میاں شیر محمد صاحب حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (شرقپور شریف) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور وہیں حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بشارت پائی۔ بعد ازیں خواب میں واضح رہنمائی پائی جس کی روشنی میں آپ قصبہ راجہ جنگ گئے جہاں سکھ دور میں اذان پر بندش تھی۔ یہ پابندی تقریباً ۱۴۰ سال رہی۔ اس کا محرک ان دنوں ویدا سنگھ نامی گستاخ تھا۔ آپ نے غالباً ۱۸ فروری ۱۹۳۸ء کے روز اسے جہنم واصل کیا، اسی سلسلہ میں ۱۴ سال کی قید کی سزا سنائی گئی۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں کالے پانی، جزائر انڈیمان بھیجنے کا حکم دیا گیا، وہاں سے ۱۹۴۵ء میں رہائی ملی۔

☆ غازی مرید حسین شہید ۱۹۱۵ء میں بھلہ شریف، چکوال کے معزز کھوٹ قریش گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام نامی عبد اللہ خان اور والدہ ماجدہ کا اسم مبارک غلام عائشہ بی بی تھا۔ آپ پیر صاحب سیال شریف کے خلیفہ خواجہ عبد العزیز چشتی



(چاچڑ شریف ضلع سرگودھا) کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تھے۔ ۱۹۳۵ء میں امیر بانو (وصال ۱۹۴۳ء) سے شادی ہوئی۔ ۱۹۳۶ء میں "زمیندار" (لاہور) کی ایک خبر سے معلوم ہوا کہ شفاخانہ حیوانات پلول ضلع گوڑگانواں کے انچارج ڈاکٹر رام گوپال لعین نے اپنے ایک گدھے کا نام (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) سرکار ابدقرار ﷺ کے مقدس نام پر رکھنے کی جسارت کی ہے تو آپ اپنے پیرومرشد سے مل کر دعائیں حاصل کرنے گئے اور پھر ۸ اگست ۱۹۳۵ء کو نارنوند ضلع حصار میں اس ڈاکٹر ڈنگر کو جہنم رسید کیا۔ بعد ازیں آپ کو سزائے موت سنائی گئی۔ آپ نے جیل میں ایک غیر مسلم قیدی کو مشرف بہ اسلام کیا اور اس کا نام "غلام رسول" رکھا۔ ۱۸ رجب المرجب/ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعتہ المبارک صبح نو بجے جام شہادت نوش فرمایا۔

☆ غازی صوفی شیخ عبد اللہ انصاری شہید کا تعلق جولاہا برادری سے تھا۔ آپ موضع پٹی تحصیل وضلع قصور کے رہنے والے تھے۔ چک نمبر ۲۴ تھانہ خانقاہ ڈوگراں تحصیل وضلع شیخوپورہ میں ان کا پیر خانہ تھا۔ اسی مذکورہ چک کی ملحقہ آبادی چک نمبر ۲۴ چھوٹی میں بدکار نورے جٹ کے موضع ہرنالہ کی ایک شادی شدہ عورت سے ناجائز تعلقات تھے۔ اس بدکار عورت کے بہکانے پر نورا جٹ اس کے ساتھ سانگلہ ہل گیا اور دونوں ایک پادری کے ہاتھوں اصطباغ (بپتسمہ) لے کر مسیحی ہو گئے۔ مگر ان مرتدوں کا مسئلہ حل نہ ہوا چنانچہ دونوں بھاگ کر امرتسر چلے گئے جہاں سکھ دھرم میں داخل ہو گئے۔ اس مرتد بدکار نے اپنا نام چلچل سنگھ اور مرتد وبدکارہ نے اپنا نام دلجیت کور رکھ لیا۔ سکھوں کے ایک اکھنڈ پاٹھ میں دونوں مرتدوں نے اجتماع میں سرکار ابدقرار ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں بکیں۔ جب غازی صوفی شیخ عبد اللہ انصاری شہید تک اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے کثیر تعداد میں سکھوں کے موجود ہونے کے باوجود مرتد چلچل سنگھ اور مرتد دلجیت کور کو قتل کر دیا۔ ازاں بعد غازی صوفی شیخ عبد اللہ انصاری شہید ہرنالہ جا کر خود پولیس کے روبرو پیش ہو گئے۔ لاہور جیل میں جام شہادت نوش فرمایا۔

☆ **غازی شیخ محمد صدیق شہید** شیخ کرم الٰہی کے گھر ۱۹۱۴ء کے درمیانی مہینوں میں پیدا ہوئے۔ والدہ محترمہ کا نام عائشہ بی بی تھا۔ آپ حضرت شیخ محمد صاحب حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (محلہ پیرانوالہ دہلی دروازہ فیروز پور) کے دست حق پرست پر بیعت تھے۔ ستمبر ۱۹۳۴ء میں آپ جبکہ تقریباً ۲۰ برس کے تھے۔ ان دنوں قصور میں درگاہ حضرت بابا بلھے شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ دور ایک مالدار سود خور ہندو پالا مل سنار کی دکان تھی۔ وہ گستاخ کبھی مسلمانوں کی معاشی ناسازگاری پر اور کبھی شان اولیاء کرام رضی اللہ عنہم میں طنز کرتا، خرافات بکتا تھا۔ کبھی مقامی سود خور ہندوؤں کو اکٹھا کر کے نماز کی نقل اتارتا تھا۔ اس دوران اس نے شان رسالت مآب ﷺ میں بھی گستاخی کی جس کی تفصیل روزنامہ "انقلاب" (لاہور) ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ معززین کے مشورے پر محمد کلیم پیر صاحب نے کورٹ میں استغاثہ کیا جس پر نقص امن کے خدشہ کے تحت مسٹر ٹیل مجسٹریٹ درجہ اول لاہور نے، پالا مل سنار کو چھ ماہ قید اور دو سو روپے جرمانے کی سزا سنائی۔ ملزم نے اپیل دائر کی جس پر مسٹر بھنڈاری سیشن جج لاہور نے اسے تا فیصلہ ضمانت پر کھلا چھوڑ دیا۔ اس دوران غازی شیخ محمد صدیق اپنی والدہ محترمہ عائشہ بی بی سے اجازت لے کر قصور پہنچے اور ۱۷ ستمبر ۱۹۳۴ء کی شام دربار بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سنار پالا مل لعین کو واصل جہنم کیا۔ اسی کارہائے نمایاں کے اعزاز میں تاج شہادت پہنا۔

☆ **غازی میاں محمد شہید** ۱۹۱۵ء میں قصبہ تلہ گنگ ضلع اٹک میں صوبیدار ملک غلام محمد اعوان کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کو بچپن ہی سے حضور پر نور ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ لگاؤ تھا۔ آپ کو بہت سی نعتیں یاد تھیں جنہیں اکثر یار دوستوں کی محفل میں پڑھتے تھے۔ ۲ جنوری ۱۹۳۵ء کو بلوچ رجمنٹ میں بھرتی ہو کر مدراس چھاؤنی میں پہنچے۔ ۱۶ مئی ۱۹۳۷ء کو ایک گستاخ ہندو ڈوگرے چرن داس نے سرکار ابد قرار ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کی تو اسی روز بعد از نماز عشاء غازی میاں محمد سپاہی نمبر ۱۵۳۰۵ نے اس لعین کو جہنم رسید کیا۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۳۷ء کو پلٹن میں غازی میاں محمد کو



سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ ۷ اپریل ۱۹۳۸ء کو اپنے حقیقی بھائی ملک نور محمد اعوان کو بعض وصیتوں پر مبنی خط تحریر کیا۔ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ/ ۸ ۱۹۳۸ء بروز منگل مدراس جیل میں نماز فجر کے بعد ٹھیک پونے چھ بجے شہادت پائی۔ شہادت سے قبل تختہ دار پر کھڑے ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور مدینہ منورہ کی طرف رخ کر کے فرمایا: "سرکار ﷺ میں حاضر ہوں"۔

☆ **غازی امیر احمد شہید، غازی عبداللہ شہید** اپنے دوست کے ساتھ پشاور سے کلکتہ روانہ ہوئے۔ کیونکہ کلکتہ سے ایک بیہودہ کتاب شائع کی گئی تھی جس میں سرکار ابد قرار ﷺ کا (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ) کارٹون چھاپنے کی ناپاک جسارت کی گئی تھی۔ دونوں مجاہدوں نے کتاب کے گستاخ مصنف و ناشر کے پاس پہنچ کر اسے متعلقہ غلیظ حصہ کتاب سے خارج کرنے کے لیے کہا مگر اس نے انکار کیا بلکہ اور خرافات بکیں تو اسے فی الفور "نرکھ باش" کر دیا اور اسی جرم محبت میں تمغہ شہادت پایا۔

☆ **غازی منظور حسین شہید** مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین کے فرزند تھے۔ بھین ضلع چکوال سے تعلق تھا۔ آپ شمس العارفین خواجہ شمس الدین سیال شریف یا ان کے کسی خلیفہ سے بیعت تھے۔ رسوائے زمانہ گستاخ مہاشہ آریہ سماجی کے ایک قریبی رشتہ دار متعصب ہندو چودھری کھیم چند کو گستاخی کی پاداش میں اپنے ایک مخلص ساتھی ماسٹر عبدالعزیز (چکوال) کے ساتھ مل کر ۱۹۴۱ء میں جہنم واصل کیا۔ بعد ازیں روپوش ہو گئے۔ اور جولائی ۱۹۴۴ء میں اپنے ساتھیوں سمیت غفلت میں شہید کیے گئے۔

☆ **غازی محمد اسحاق شہید** مسجد شہید گنج لاہور کے قضیے کے کردار ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں تحریک اپنے عروج پر تھی۔ مسجد پر سکھوں کا غاصبانہ تسلط تھا۔ انگریز حکومت اور دیگر غیر مسلم انتظامیہ اس سلسلہ میں سکھوں کی پشت پناہ تھی۔ بالخصوص ایک سکھ پولیس افسر اس معاملہ میں بڑا مستعد و معاون تھا۔ غازی محمد اسحاق شہید نے ایک روز عین مسجد کے بالمقابل اس سکھ پولیس افسر کو جہنم واصل کیا۔ نو مہینے جیل میں رہنے کے بعد یکم محرم الحرام/ ۲۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو شہادت نصیب ہوئی۔

☆ غازی عبد المنان جولائی ۱۹۳۷ء میں تقریباً اٹھارہ برس کے تھے۔ معلوم ہوا کہ اس ماہ کے پہلے ہفتے میں حضرو تھانہ سے تین میل مشرق کی جانب، گاؤں برہ زئی میں ایک سبزی فروش ادھیڑ عمر ہندو بھوشن عرف بھیشو نے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی کی ہے۔ اس کا علم ہوتے ہی انہوں نے موقع پا کر اسے چاقو سے جہنم واصل کر دیا۔ بعد ازیں مقدمہ کا آغاز ہوا تو بھیشو لعین کی بیوی نے اپنے بیان میں اعتراف کر لیا کہ "میرا پتی اکثر اس قسم کی باتیں کرتا تھا اور منع کرنے پر بھی باز نہ آتا تھا"۔ ڈسٹرکٹ سیشن جج مسٹر جی ڈی کھوسلہ نے غازی عبد المنان کی کمسنی کے باعث سات سال قید سخت کی سزا سنائی۔

☆ غازی بابو معراج دین کی ولادت ۱۹۲۱ء میں چوہدری اللہ دتہ کمبوہ کے گھر واقع محلہ چڑی ماراں اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں ہوئی۔ ۱۹۴۰ء میں فوج میں ملازمت اختیار کی اور لکھنو چھاؤنی میں تعینات ہوئے۔ اس چھاؤنی کا کمانڈر میجر ہردیال سنگھ ایک متعصب بدزبان سکھ تھا۔ ۱۹۴۲ء کی عید الضحیٰ کے مبارک موقع پر اس نے شعائر اسلام کے خلاف خرافات بکیں تو آپ نے اس دریدہ دہن کو واصل الی النار کر دیا۔ آپ کو کورٹ مارشل کے بعد سزائے موت سنائی گئی مگر بعد ازاں انگریز حکومت نے عوامی احتجاج کی شدت پر اسے عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ ۱۹۴۳ء میں آپ کو لاہور سنٹرل جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں قیام پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کے فوراً بعد رہائی ملی۔

☆ غازی محمد حنیف شہید پیشے کے لحاظ سے قصاب تھے۔ بھوپال کے ایک گرلز ہائی سکول کی انگریزی ہیڈ مسٹریس نے جان بوجھ کر قرآنی اوراق مقدسہ کی اہانت کی۔ احتجاج پر اس نے قرآن پاک، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف بدزبانی کی تو غازی محمد حنیف شہید نے اسے جہنم رسید کیا۔ بعد ازیں خود تھانے میں پیش ہوئے اور تختہ دار پر جام شہادت نوش فرمایا۔

☆ غازی غلام محمد شہید جہلم شہر میں دریا کے کنارے واقع شمالی محلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۲ ربیع الاول شریف کے دینی جلوس کے مبارک



ایک بدعقل، بدزبان، اپل سنگھ پارچہ فروش نے آواز کسی۔ اسی اثناء میں گدھے پر سوار کوئی لڑکا دکھا دیا تو اپل سنگھ لعین نے واقعہ معراج النبی ﷺ کے حوالہ سے نہایت گندا استعارہ تراشا اور صریحاً گستاخی رسول پاک کا مرتکب ہوا۔ اس دریدہ دہن ملعون نے سمجھانے پر بھی بھونکنا بند نہ کیا تو غازی غلام محمد شہید نے اسے اسی وقت جہنم رسید کیا اور انگریزی کورٹ سے جرم تعزیر عشق میں صلہ شہادت پایا۔

☆ غازی محمد منیر شہید موضع موگہ ضلع فیروز پور کے وٹرنری ہسپتال میں بلحاظ پیشہ چپڑاسی تھے۔ انہوں نے بھی ایک شاتم رسول کو واصل فی النار کرنے کے بعد، کورٹ کے فیصلے سے اعزاز شہادت پایا۔

☆ ایک غیور عاشق "بھنگڑ" کے سامنے، ایک پادری نے امرتسر کے گرجا گھر کے بالمقابل دوران تقریر جب حضور پرنور ﷺ کا اسم گرامی عامیانہ انداز میں لیا تو اسے تین بار ٹوکا۔ باز نہ آنے پر مستی عشق میں مخمور، اس مرد غیور نے بھنگ گھوٹنے والے ڈنڈے کو پادری کی کھوپڑی پر دے مارا جس سے وہیں جہنم واصل ہو۔ (یہ واقعہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری قدس سرہ سے مروی ہے)۔

☆ ایک غیور مسلمان خانساماں کے سامنے ایک انگریز میجر کی بدبخت بیوی نے حضور سید المرسلین ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کی تو اس مرد غیور نے اسی وقت اس انگریز میم کا کام تمام کر دیا۔ سر محمد شفیع نے اس "غازی شہید" کا مقدمہ لڑا۔ ایک بار دوران بحث ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ایک سوال کے جواب میں سر محمد شفیع جیسے "ٹھنڈے دل و دماغ" کے بلند پایہ وکیل نے جواب دیا: "سر! آپ کو نہیں معلوم، ایک مسلمان کو اپنے پیغمبر ﷺ کی ذات اقدس سے کتنی گہری عقیدت و محبت ہوتی ہے۔ سر شفیع بھی اگر اس وقت وہاں ہوتا تو وہ بھی یہی کر گزرتا جو اس ملزم نے کیا ہے۔"

یاد رکھئے! کہ ان کے علاوہ جانے کتنے غازی شہید تھے جن کے ایمان افروز واقعات و حالات مخفی ہیں۔ کئی واقعات دور افتادہ علاقوں میں پیش آنے کے باعث منظر

عام پر نہ آسکے۔ جانے کتنے ہنود و نصاریٰ نے ملی بھگت سے دبا دیے۔ کتنے واقعے منظر عام پر آئے مگر پریس پر انگریز اور ہندو غلبہ کے باعث کماحقہ پذیرائی نہ پاسکے۔ یا اخبارات میں چھپے مگر اپنوں کے تجاہل و تغافل و تساہل کی بدولت محفوظ نہ رکھے گئے۔ ان کی کتابی صورتوں میں طباعت و اشاعت کے اہتمام نہ کئے گئے۔ ان گمنام شہیدوں غازیوں کے حوالہ سے کہہ سکتے ہیں کہ:

سب کہاں کچھ گل و لالہ میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ان شہیدوں غازیوں کے ولولہ انگیز تذکرے، ایمان افروز واقعے محفوظ کئے جائیں۔ ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ ان کے ایام شہادت سرکاری سطح پر منائے جائیں۔ یا کم از کم عامتہ المسلمین عوامی سطح پر خود ضرور منائیں۔ ان کے آثار و تبرکات محفوظ کئے جائیں۔ آج ایسی تحریروں کی اشاعت کی اس لئے بھی شدید ضرورت ہے کہ "خفیہ ہاتھ" قانون توہین رسالت C-295 میں ترمیم کرانے۔ سزائے اہانت گھٹانے اور قانون کو عملاً غیر مؤثر بنانے اور اس پر عمل درآمد رکوانے کے لئے پوری طرح سرگرم ہے۔ ان حالات میں اتمام حجت کے لئے ایسی صداؤں کی وہی شان ہے۔ بقول شاعر مشرق ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں "ہمیں" ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

اللہ رب العالمین جل شانہ اپنے حبیب پاک شاہ لولاک ﷺ کے طفیل ہمیں عظمت عزت انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو کماحقہ سمجھنے، سمجھانے، اس کی حفاظت وصیانت کے لئے بھرپور جدوجہد کرنے اور گستاخی کے مرتکبین ملاعین کو دبانے، مٹانے، سبق سکھانے اور ان کو ان کے اصلی ٹھکانے پر پہنچانے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

یا رب العالمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ واصحابہ وبارك وسلم تسليما كثيرا كثيرا!۔